تذکرۂ مجدد الشریعۃ حضرت غفران مآبؒ

از ''تذکرۂ علماء'' تألیف مولانا سید مہدی بن نجف علی الحسینی الرضوی العظیم آبادی

قسط۔۱

مترجم: جناب محمد صادق خان صاحب جونپوری

آنجناب اول کسی بودہ کہ در بلاد ہندوستان بمرتبہ اجتہاد رسیدہ وھمچنین بنای اقامت نماز جمعہ وجماعت بطریقہ حقہ امامیہ در این دیار بذات فایض البرکات آنجناب بوقوع آمدہ و اینمعنی از جملہ فضائل مختصر آنجناب است۔ مساعی جمیلہ کہ در ترویج دین مبین ائمہ معصومین در این سرزمین از آنجناب بظہور رسیدہ و نیز تصانیف انیقہ وتوالیف دقیقہ آنجناب کہ مذکور خواہد شد والیوم ہر یکی از ایشان مشہور است شاہد فضل وکمال واعلی مدارج آنجناب است۔ علمای کربلای معلیٰ ونجف اشرف کہ از اساتذہ آنجناب بودند بعد ملاحظہ بعض تصانیف آنجناب، باوجود بُعد مسافت فیمابین اجازات مفصلہ مشتمل بر مدح وثنای آنجناب نوشتند۔ چنانچہ می آید۔

ونسب شریفش بہ بیست وسہ واسطہ بحضرت امام عاشر ابوالحسن علی النقی علیہ السلام می رسد یعنی از فرزندان سید جعفر ثانی است کہ برادر حضرت امام حسن عسکری وعم حضرت امام صاحب الزمان علیہما السلام بود و چون سید جعفر مذکور بعد از وفات برادر خود دعوی امامت نمود ملقب بہ کذاب شدہ بود۔ اما توقیع آن حضرت کہ بر دست بعض وکلای آنحضرت در جواب مسائل یکی از شیعیان اسحق بن یعقوب نامی صادر شدہ ودر کتاب اکمال الدین تألیف شیخ صدوق ودیگر کتب

حضرت غفران مآبؒ ہندوستان کے سب سے پہلے شخص تھے جو منزل اجتہاد پر پہونچے، اس کے علاوہ ہندوستان میں شیعہ نماز جمعہ وجماعت انھیں کی ذات فایض البرکات کی وجہ سے قائم ہوئی اور یہ آپ کی فضیلتوں میں ایک مختصر سی فضیلت ہے۔ اس سرزمین پر ائمہ کے دین مبین کی ترویج میں جو کوششیں آپ نے انجام دیں، نیز ان کے عالیقدر تصنیفات اور دقیق تالیفات (جن کا ذکر بعد میں آئے گا) جو سبھی آج تک مشہور ہیں، ان کے فضل وکمال کے گواہ ہیں۔ علمائے نجف اشرف وکربلائے معلیٰ جو جناب غفران مآب رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ تھے، آپ کے کچھ تصانیف کو دیکھنے کے بعد، مسافت کی دوری کے باوجود آپ کی مدح وثنا میں ایک مفصل اجازہ لکھا اور بھیجا۔ جو کہ آگے آئے گا۔

آپ کا نسب شریف ۲۳ واسطوں سے دسویں امام ابوالحسن علی نقی علیہ السلام سے ملتا ہے۔ یعنی سید جعفر ثانی کی اولاد سے ہیں، جو کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کے بھائی اور امام زمانہ (ع) کے چچا تھے۔ اور چوں کہ سید جعفر نے اپنے بھائی کی وفات کے بعد امامت کا دعویٰ کیا تھا، اس لیے جعفر کذاب کے نام سے مشہور ہو گئے تھے۔ لیکن امام کی توقیع سے جو کہ اسحق بن یعقوب نامی ایک شیعہ کے مسائل کے جواب میں اپنے کسی وکیل کے ذریعہ سے صادر ہوئی، اور

منقول است ،حال توبہ وندامت او وعفوفرمودن آنجناب ظاہراست ۔خلاصہ اش آنکہ آنحضرت می فرمایدآنچہ پرسیدہ بودی از حال جمعی کہ منکراند از اقارب و بنی اعمام من پس آگاہ باش کہ ہرکہ انکارمن کندازمن نیست وسبیل اوسبیل پسر نوح علیہ السلام است کہ ھالک شد۔ ولیکن سبیل عم من جعفرو فرزندانش مثل راہ برادران حضرت یوسف است یعنی چنانچہ ایشان بعداز ایذای یوسف علیہ السلام توبہ کردند ومعفوعنہم شدندواز اولاد ایشان انبیاء نامدار بہم رسیدند، ہمچنین سید جعفر مذکورمقبول التوبۃ وصاحب اولاد ابرارشد۔ پس بنابرمضمون این توقیع باید کہ آن امام زادہ والاتبار راجعفرتواب گویند نہ جعفرکذاب ۔لیکن درکتاب علل الشرایع وغیرآن ازحضرت امام زین العابدین علیہ السلام منقول است کہ حضرت رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ فرمود'' کہ چون فرزندم امام جعفربن محمد بن علی بن الحسین بوجود آید او را صادق خوانند زیرا کہ از فرزندانش یکی ہم نام اوہم خواہدرسید کہ دعوی امامت بغیرحق خواہدنمودومعروف بکذاب خواہدشد۔'' انتہی وہمچنان شد کہ او باین لقب مشہور شد ۔گرچہ بسبب توبہ خاتمہ اش بخیر گشت۔ بالجملہ اولادش مؤمنین عالی وقار بودہ اندوچنانچہ شیخ مفیدعلیہ الرحمۃ دربعض رسایل خودآوردہ کہ ازجعفرثانی مذکور اولاد بسیاربہم رسید کہ ہیچکس از ایشان منکر امامت حضرت صاحب الزمانؑ و مدعی امامت اونہ بودہ است ، بلکہ ہمہ بر طریقہ حقہ امامیہ راسخ دم وثابت قدم بودہ اند۔

کتاب اکمال الدین تالیف شیخ طوسی اوردیگر کتب معتبرہ میں منقول ہے،سید جعفر کی توبہ وندامت اور امام کا درگذر فرمانا ظاہر ہوتا ہے۔اوراس خط کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت فرماتے ہیں:''جوتم نے پوچھا تھا کہ میرے کچھ عزیز اور چچا کی اولاد منکر ہیں، پس آگاہ ہوجاؤ جوبھی میراانکار کرتا ہے مجھ سے نہیں ہے۔اوراس کا راستہ نوح کے بیٹے کا راستہ ہے جو کہ ہلاک ہوا۔لیکن میرے چچا جعفر اور ان کی اولاد کا راستہ برادران یوسف جیسا ہے۔یعنی جیسے انھوں نے یوسف کو اذیت پہونچانے کے بعد توبہ کی اوران کی توبہ قبول ہوئی اوران کی اولاد میں بزرگ انبیاء ظاہر ہوئے۔اسی طرح سید جعفر مذکور مقبول التوبۃ اور ان کی اولاد نیک ہے۔''اس مضمون کے مطابق اس امام زادے کو جعفر توّاب کہنا چاہیے نہ کہ جعفر کذاب۔لیکن کتاب علل الشرایع اوردیگر کتب میں امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت محمدؐ نے فرمایا:''جب امام جعفر بن محمد بن علی بن حسین دنیا میں آئیں گے تو انہیں 'صادق' کہا جائے گا۔کیونکہ ان کی اولاد میں کوئی ان کا ہم نام ہوگا جو بغیر حق کے دعوائے امامت کرے گا اور کذاب کے لقب سے مشہور ہوگا۔''اور ایسا ہی ہوا وہ اس لقب سے مشہور ہوئے۔اگرچہ توبہ کی وجہ سے ان کا خاتمہ بالخیر ہوا۔ان کی اولاد میں اعلی منزلت مؤمنین تھے۔شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے اپنے بعض خطوط میں لکھا ہے کہ جعفر ثانی سے بہت سی اولاد وجود میں آئیں،لیکن ان میں سے کوئی بھی امامت حضرت امام عصر(عج) کے منکر اور جعفر تواب کی امامت کے مدعی نہ تھے۔بلکہ سب کے سب مذہب حقہ امامیہ پر راسخ العقیدہ اور ثابت قدم تھے۔

و در کتاب عمدۃ المطالب فی نسب آل ابیطالب مسطور است کہ برادر حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کہ نامش جعفر و کنیتش ابو عبد اللہ است ملقب بہ کذاب شدہ بود زیرا کہ بعد از برادر خود دعوی امامت نمودہ بود و اورا ابو کثیرین خوانند زیرا کہ او را یکصد و بیست پسر بودند و فرزندانش را از راہ نسبتی کہ بسوی جدش امام رضا علیہ السلام دارند رضوی گویند و از جملہ پسران سید جعفر مذکور اولاد و اعقاب شش نفر در عالم منتشر گشت و ایشان سید اسمعیل و سید طاہر و سید یحیی و سید ھارون و سید علی و سید ادریس بودند۔ و از جملہ اولاد سید طاہر بن جعفر مذکور سید ابوعلی محمد بن ابیطالب حمزہ بن محمد طاہر مذکور بود۔ انتہی ملخصہ۔

اما سایر نسب شریف جناب مستطاب غفران مآب مولانا و مقتدانا طاب ثراہ بنا بر آنچہ باملای آنجناب یافتہ شد چنین است: سید دلدار علی بن سید محمد معین بن سید عبد الہادی بن سید ابراہیم بن سید طالب بن سید مصطفی بن سید محمود بن سید ابراہیم بن سید جلال الدین بن سید زکریا بن سید خضر بن سید تاج الدین بن سید نصیر الدین بن سید علیم الدین بن سید علم الدین بن سید شرف الدین بن سید نجم الدین بن سید علی بن سید ابوعلی بن سید ابویعلی محمد بن سید ابیطالب حمزہ بن سید محمد بن سید طاہر بن سید جعفر بن حضرت امام علی نقی بن حضرت امام محمد تقی بن حضرت امام رضا صلوات اللہ علیہم و رضی اللہ عنہم اجمعین۔

و نقل کردہ اند کہ سایر اجداد امجاد آنجناب کہ مذکور شدند ارباب شرف و منزلت و ریاست بودہ اند۔ از جملہ

کتاب عمدۃ المطالب فی نسب آل ابی طالب میں ذکر ہے کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کے بھائی جن کا نام جعفر اور کنیت ابو عبد اللہ تھی، کذاب کے لقب سے مشہور تھے۔ کیونکہ اپنے بھائی کے بعد انھوں نے دعوائے امامت کیا تھا۔ اور ان کو ابو کثیرین بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ ان کے ۱۲۰ لڑکے تھے۔ اور ان کی اولاد کو اس نسبت کی وجہ سے جو اپنے جد امام رضا علیہ السلام سے رکھتے ہیں، رضوی کہتے ہیں۔ اور ان کی اولاد میں چھ لوگوں کی نسل دنیا میں پھیلی۔ اور ان لوگوں کے نام یوں ہیں: سید اسمعیل، سید طاہر، سید یحییٰ، سید ہارون، سید علی اور سید ادریس۔ سید طاہر بن جعفر کی ہی نسل میں سید ابوعلی محمد بن ابیطالب حمزہ بن محمد طاہر تھے۔

جناب مستطاب غفران مآب، مولانا و مقتدانا طاب ثراہ کا نسب شریف جو ان کے مخطوطات سے ملا ہے وہ اس طرح ہے۔ سید دلدار علی بن سید محمد معین بن سید عبد الہادی بن سید ابراہیم بن سید طالب بن سید مصطفی بن سید محمود بن سید ابراہیم بن سید جلال الدین بن سید زکریا بن سید خضر بن سید تاج الدین بن سید نصیر الدین بن سید علیم الدین بن سید علم الدین بن سید شرف الدین بن سید نجم الدین بن سید علی بن سید ابوعلی بن سید ابویعلی محمد بن سید ابیطالب حمزہ بن سید محمد بن سید طاہر بن سید جعفر بن حضرت امام علی نقی بن حضرت امام محمد تقی بن حضرت امام رضا صلوات اللہ علیہم و رضی اللہ عنہم اجمعین۔

اور نقل ہوا ہے کہ غفران مآب علیہ رحمۃ کے دیگر آباء و اجداد، جن کا تذکرہ یہاں ہوا ہے، ارباب شرف

ایشان سید نجم الدین سبزواری منسوب ببلدہ سبزوار کہ اشہر بلاد امامیہ است از امرای سلطنت غزنویہ بود۔ وبعزم نصرت سالار مسعود غازی بہندوستان آمدہ قلعہ ودیانگر را مسخر فرمودہ آن موسوم بجاے عیش شدہ کہ الحال جایس گویند۔ و دیگر از جملہ ایشان سید زکریا قصبہ پتاک پور را بتصرف ریاست خود آوردہ بنام جد خود سید نصیر الدین موسوم بنصیر آباد نمود۔ وقصہ اش طولی دارد وتا حال ریاست آنجا میان سایر اولاد امجاد اوست۔

واما تاریخ باسعادت جناب غفران مآب پس بخط شریف آنجناب بنظر رسید کہ وفات والد من تقریباً سنہ یکہزار و یکصد ونود و یک ھجری شد وعمرش ہفتاد و سہ ۷۳ سال بود۔ و ولادت من وقتی شد کہ عمر والد چہل و ہشت سال خواہد بود۔ انتہی۔ پس بنابراین ظاہر می شود کہ ولادت آنجناب تقریباً در سال یکہزار و یکصد وشصت وشش ہجری اتفاق افتاد۔ و چون ثابت است کہ وفات آنجناب در سال یکہزار ودوصد و سی و پنج ہجری واقع شد، میباید کہ مدت سن شریف آنجناب قریب شصت ونہ سال بودہ باشد۔ امامشہور آنست کہ آنجناب ہفتاد و چہار سال تقریباً عمر یافت وبراین تقدیر سال ولادت آنجناب درقرب سنہ یکہزار و یکصد وشصت و یک ہجری بودہ باشد۔ والعلم عند اللہ۔ واز بعض افاضل ثقات بسمع رسید کہ یکی از اکابر مؤمنین از سکنہ نصیر آباد کہ در زمان و مکان ولادت آنجناب حاضر بود میگفت کہ آنجناب درشب جمعہ متولد شد۔ در آنوقت دیدم کہ نوری در آن مکان ساطع بود انتہی۔

اور صاحب منزلت وریاست تھے۔ ان کے اجداد میں سید نجم الدین سبزواری، جو شہر سبزوار ایران کے رہنے والے تھے، سلطنت غزنویہ کے امراء میں سے تھے۔ سالار مسعود غازی کی مدد کے لیے ہندوستان آئے۔ ودیانگر قلعہ کو فتح کیا۔ جس کا نام ''جای عیش'' پڑا اور اب ''جائس'' کہلاتا ہے۔ ان کے اجداد میں سید زکریا نے قصبہ ''پٹاک پور'' کو اپنے قبضے میں کیا۔ اور اپنے جد سید نصیر الدین کی یاد میں اس کا نام ''نصیر آباد'' رکھا۔ اور اس کی داستان طولانی ہے۔ اور آج تک وہاں کی ریاست ان کے اولاد کے ہاتھ میں ہے۔

اما بعد تاریخ ولادت باسعادت کے سلسلے میں جیسا کہ ان کے مخطوطات سے ظاہر ہوتا ہے ''میرے والد کی وفات تقریباً سن گیارہ سو اکیانوے ۱۱۹۱ھ ہجری میں ہوئی۔ اور ان کی عمر ۷۳ سال تھی۔ اور میری ولادت کے وقت میرے والد کی عمر ۴۸ سال تھی۔'' اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ غفران مآب رحمۃ اللہ علیہ کا سال ولادت تقریباً گیارہ سو چھیاسٹھ ۱۱۶۶ھ ہجری ہوگا۔ اور چوں کہ یہ ثابت ہے کہ وفات سن بارہ سو پینتیس ۱۲۳۵ھ ہجری میں ہوئی ہے لہذا ان کی عمر شریف تقریباً ۶۹ سال تھی لیکن مشہور یہ ہے کہ جناب کی عمر شریف ۷۴ سال تھی، اور اس طرح ان کا سال ولادت قریب گیارہ سو اکسٹھ ۱۱۶۱ھ ہجری ہوگا۔ والعلم عند اللہ۔ اور بعض اکابر ثقات سے سنا ہے کہ نصیر آباد کے ایک بزرگ جو جناب مستطاب کی ولادت کے وقت موجود تھے، فرماتے ہیں: ''جناب شب جمعہ میں پیدا ہوئے اور اس وقت میں نے دیکھا اس گھر سے ایک نور ساطع تھا۔''

واما مجملی از باقی احوال خیر مآل آنجناب پس در کتاب آئینہ حق نما کہ تالیف بعض تلامذہ آن قدوہ ارباب فضل و کمال است کہ چنین مسطور است۔ کہ آنجناب در عنفوان شباب علوم عقلیہ را از اعاظم افاضل ہندوستان تحصیل فرمود۔ اکثر کتب درسی را از جناب معلی القاب محقق نحریر و مدقق بی نظیر المعی لوذعی سید غلام حسین دکنی الہ آبادی طاب ثراہ تحصیل فرمودہ و تصدیقات شرح سلم را از فاضل کامل مولوی حیدر علی سندیلوی رضی اللہ عن جدہ و ابیہ اخذ فرمودہ۔ مولوی ممدوح خودش حنفی المذہب بود اما والد ماجدش جناب مغفرت مآب مولوی حمد اللہ کہ شارح سلم و محشی شمش بازغہ ملا محمود جونپوری و شارح زبدۃ الاصول شیخ بھاء الملۃ والدین قدس سرہ است شیعی مذہب بودہ و ہمچنین والد ماجدش حکیم شکر اللہ رحمۃ اللہ طریقہ حقہ شیعہ داشت و ہم آنجناب بعضی کتب درسیہ را از عالم مدقق و فاضل محقق ذکی المعی مولوی باب اللہ کہ اکبر تلامذہ مولوی حمد اللہ مرحوم و ہم استاد مولوی حیدر علی سابق الذکر و بغایت متعصب بودہ فرا گرفتہ، و از غیر ایشان از علمای کبار و مدققین ذوی الاعتبار۔ و آنجناب سیاحت بسیار کردہ و ہر جا کہ عالمی از مشاہیر علمای معقول میبود رفتہ با او مکالمہ و مباحثہ می فرمود۔ چنانچہ با مولوی عبد العلی کہ نہایت تبحر در علوم عقلیہ و تعصب سخت در مذہب اہل تسنن و تصوف داشتہ و صاحب مصنفات کثیرہ است در شاہ جہان پور رفتہ ملاقات نمودند و در مقامیکہ مولوی مذکور در این مسئلہ کہ حکم در شرطیہ بنا بر رأی اہل منطق درمیان مقدم و تالی و نزد اہل عربیت در تالی است اعتراضی بر کلام جناب مولوی

ان کے باقی سوانح حیات، کتاب 'آئینہ حق نما'، جوان کے بعض تلامذہ نے تحریر کیا ہے، سے نقل کرتے ہیں۔ جناب غفران مآبؒ نے عالم جوانی میں افاضل ہندوستان سے تحصیل علم کیا۔ اکثر درسی کتابیں، جناب معلی القاب، محقق بے نظیر سید غلام حسین دکنی الہ آبادی طاب ثراہ سے پڑھیں۔ شرح سلم کی تصدیقات کا درس فاضل کامل مولوی حیدر علی سندیلوی رضی اللہ سے لیا، اور یہ خود حنفی المذہب تھے۔ لیکن ان کے والد ماجد، جناب مغفرت مآب مولوی حمد اللہ، شارح سلم و محشی شمس بازغہ ملا محمود جونپوری و شارح زبدۃ الاصول شیخ بہاء الدین، شیعہ تھے اور ایسے ہی موصوف کے والد ماجد بھی شیعہ تھے۔ جناب غفران مآب علیہ الرحمۃ نے دیگر درسی کتابیں عالم مدقق و فاضل محقق مولوی باب اللہ سے پڑھیں، جو مولوی حمد اللہ کے بزرگ شاگرد اور مولوی حیدر علی کے ساتھی تھے اور بہت متعصب بھی تھے۔ ان کے علاوہ دیگر علماء سے بھی کسب فیض فرمایا۔

غفران مآبؒ نے بہت سیر و سیاحت فرمائی۔ جس جگہ بھی کوئی بڑا عالم معقولات رہتا، وہاں جاتے اور اس سے گفتگو و مباحثہ کرتے۔ جیسا کہ شاہجہاں پور گئے اور مولوی عبد العلی سے ملاقات کی، جو کہ علوم عقلیہ میں نہایت ماہر اور مذہب اہل سنت و تصوف میں سخت متعصب اور صاحب تصانیف کثیرہ تھے۔ اور مذکورہ مولوی صاحب نے مولوی حمد اللہ کے کلام پر یہ اعتراض کیا کہ اہل منطق کے درمیان قضیہ شرطیہ میں حکم مقدم اور تالی کے درمیان ہوتا ہے اور اہل عرب کے درمیان حکم تالی میں ہوتا ہے۔ اس کے اعتراض کا کافی و

حمد اللہ مقدم الذکر کردہ بود آنجناب اورا جواب کافی وشافی دادہ ملزم و مفخم فرمود۔ وتلمیذین رشیدین او یکی مولوی صبغۃ اللہ و دیگری کہ نامش بخاطر نماندہ در انوقت حاضر بودند چنانچہ فیمابین طلبہ ومحصلین آن گفتگو شایع ومشہور و بر السنہ طلاب مذکور است وہمچنین در بلدہ شاہ جہان آباد مولوی حسن در مسجد جامع نشستہ بود کہ آنجناب بر مقامی از حاشیہ مصنفہ مولوی ممدوح کہ بر شرح ہدایت حکمت ملا صدرا نوشتہ در مقامیکہ تعلق بیکی از ادلہ ابطال جزء دارد اعتراضی فرمود کہ از عہدہ بحث آنحضرت بر نمی توانست آمد وتفصیل آنرا مقامی دیگر میباید۔ بالجملہ علوکعب وطول باع آنجناب درین علوم از اکثر مصنفات عالیہ اش ظاہر وہویدا میشود ولا سیما از حاشیہ کہ بر شرح ھدایہ حکمت ملا صدرا شیرازی صاحب اسفار وشارح کافی کلینی تحریر فرمودہ ومسایل غامضہ عقلیہ و اشکال ہندسیہ درآن درج نمودہ است۔

وآنجناب بعد از فراغ از علوم عقلیہ بزیارت عتبات عرش درجات مشاہد ائمہ معصومین علیہم السلام مشرف شدہ و در خدمت افاضل علمای آنجا بتحصیل علوم دینیہ پرداخت کما سیاتی۔ و باز اوقات شریف را مصروف بنشر علوم حقہ فرمود۔ مولد ومنشاء آن متبع ہدایت وارشاد قصبہ جائس و نصیر آباد است کہ سہ منزلی از لکھنو واقع ومسکن سادات و الاتبار و بنی اعمام آن عالیمقدار است ودر آنجا آنجناب امکنہ رفیعہ و باغات وعقار متعددہ دارد ومسجدی رفیع بنا فرمودہ۔ وملا محمد شوشتری المتخلص بخطا ذاکر جناب سید الشہدا تحیۃ و الثنا این قطعہ در تاریخ بنای آن گفتہ۔

شافی جواب دیکر، انھیں لاجواب کر دیا۔ ان کے دو بزرگ شاگرد مولوی صبغۃ اللہ اور دوسرے شخص جس کا نام اس وقت ذہن میں نہیں ہے، وہاں موجود تھے۔ اور طلباء ومحصلین کے در میان یہ واقعہ پھیل گیا اور سب کی زبان پر یہی بات تھی۔ ایک روز مولوی حسن، شاہ جہاں پور کی جامع مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جناب نے ان کی کتاب حاشیۂ شرح ہدایۃ حکمت ملا صدرا کے اس مقام پر جہاں ادلہ ابطال جزء کی بحث ہے، اعتراض کیا اور مولوی حسن کوئی جواب نہ دے سکے اور اس کی تفصیل کسی دوسرے مقام پر آئے گی۔ جناب کی علوم عقلیہ میں علوکعب اور طول باع ان کی اکثر تصنیفات سے ظاہر ہوتا ہے اور خاص کر وہ حاشیہ جو شرح ھدایۃ حکمت ملا صدرا شیرازی، صاحب اسفار اور شارح کافی کلینی پر لگائی ہے، اور اس میں عقلی مشکل مسائل اور اشکال ہندسیہ کو درج کیا ہے۔

جناب غفران مآب علیہ الرحمۃ علوم عقلیہ سے فراغت کے بعد عتبات عالیات اور مشاہد مشرفہ ائمہ معصومینؑ کی زیارت کے لیے گئے اور وہاں کے افاضل علماء کی خدمت میں تحصیل علوم دینیہ میں مشغول ہوئے۔ وہاں بھی اپنے وقتِ شریف کو علوم حقہ کی نشر میں صرف کیا۔ اس چراغ ہدایت و ارشاد کا وطن قصبہ جائس ونصیر آباد ہے، جو کہ لکھنو سے تین منزل کے فاصلے پر واقع ہے اور سادات نیز جناب کے چچازاد بھائیوں اور رشتے داروں کا مسکن ہے۔ وہاں پر آپ کے کئی مکانات اور متعدد باغات ہیں اور ایک رفیع مسجد بھی بنا کی ہے، جسکی ملا محمد شوشتری متخلص بہ خطا ذاکر جناب امام حسینؑ نے تاریخ یوں نظم کی ہے۔

شعر

امام سبحہ اسلام در مناہج حق
امین مخزن اسرار ملت بیضا
کہ علم عقلی و نقلی بجنب دانش او
مثال قطرہ بود در مقابل دریا
زبوستان سیادت گل ہمیشہ بہار
زحُسن خُلق بہشتی برای خلق خدا
باسم اعظم نامش نمیرسد نامی
کہ نام او علی است وعلی بود اعلی
چو جد خود اسد اللہ در مقابل خصم
نرفتہ است زدلدار لیش قدم از جا
بارث منصب معماری از خلیلش بود
ازان بموطن خود کعبہ نہاد بنا
شبیہ عرش بود مسجد نصیراباد
کہ سنگ صفہ اش آئینہ ایست عرش نما
تبارک اللہ از این مسجدی کہ تاریخش
نوشتہ کلک قضا ''مسجد خجستہ بنا''
۱۲۲۸ھ

ترجمہ اشعار

حق کے راستوں میں تسبیحِ اسلام کے امام
ملت بیضا کے مخزن اسرار کے امین
تمام نقلی اور عقلی علوم ان کے علم کے مقابلے
دریا کے سامنے قطرہ کے مانند ہیں
بوستان سیادت کے ہمیشہ کھلے ہوئے پھول کی طرح
اپنے حُسن خُلق سے خلق خدا کے لئے ایک جنت ہیں
ان کے بزرگ نام تک کوئی نام نہیں پہنچ سکتا
کیوں کہ ان کا نام علی ہے اور علی ہمیشہ اعلیٰ ہے
اپنے جد حضرت علی کی مانند دشمن کے سامنے سے
اپنی بہادری کی وجہ سے قدم نہیں ہٹاتے
اپنے خلیل سے منصب معماری میراث میں ملا ہے
اوراسی وجہ سے انھوں نے اپنے وطن میں ایک کعبہ بنا رکھی ہے
مسجد نصیر آباد عرش کی طرح ہے
اس کا سنگ صفہ ایک عرش نما آئینہ ہے
اللہ مبارک کرے اس مسجد کو جس کی تاریخ
قضا کے قلم نے لکھی : ''مسجد خجستہ بنا''
۱۲۲۸ھ

خلاصہ آنکہ بعد بنای جمعہ و جماعت برنہجیکہ مبین خواہد شد رحل اقامت در بلدہ طیبہ لکہنو انداخت اگرچہ این بلدہ بیشتر دارالجہل بود اما بیمن قدوم میمنت لزوم آنجناب الحال دارعلم وکمال ومحل سکونت علما وشیعیان گردیدہ ودعوی ہمسری با بلاد ایران وخراسان کہ بلاد شیعہ است دارد۔تا این جا از کتاب آئینہ حق نما نقل کردیم۔

خلاصہ یہ کہ جمعہ و جماعت کے قیام کے بعد لکھنو میں ساکن ہوئے۔اگر چہ پہلے یہ شہر دارالجہل تھا،لیکن جناب کے قدم مبارک کی برکتوں کی وجہ سے اب یہ دارالعلم والکمال اور علماء وشیعیان کا مسکن ہوگیا ہے۔اورایران وخراسان جیسے شیعہ شہروں سے دعوائے ہمسری کررہا ہے۔یہاں تک کتاب آئینہ حق نما سے نقل کیا گیا۔

وآنعالیجناب طاب ثراہ دررسالہ اجازہ خودکہ از برای خلف اکبروارشدخود جناب مجتہدالعصر والزمان دام ظلہ العالی قلمی فرمودہ اند پارہ ای از احوال عزم خود بسوی عتبات عالیات بعداز تحصیل علوم رسمیہ ازفضلای ہندوستان ومشرف شدن خود بخدمت علمای مجتہدین امامیہ مجاورین مشاہدمقدسہ ائمہ طاہرین و استفادہ علوم دینیہ از ایشان و بنای جمعہ و جماعت درہندوستان بعدازمراجعت ازآن امکنہ شریفہ ذکر نمودہ اند از آن جملہ آنچہ بہ احوال ایشان تعلق داشت در مواضع متفرقہ بتقریب ذکرایشان گزشت۔ بالجملہ خلاصہ اش آنکہ آنجناب میفرمایند کہ من بعداز آنکہ علوم رسمیہ عقلی و نقلیہ رااز علمای دیارہندیہ خودکہ اکثری از ایشان مخالف فرقہ حقہ امامیہ بودند و مذہب سنیان حنفیہ ماتریدیہ داشتند حاصل نمودم واز تحصیل آن علوم فارغ شدم ودقت نظر درخفایای اسرارآن نمودم۔صدق ھمت وخوبی نیت من برانگیخت مرابر آنکہ بسوی مشاہدائمہ عراق یعنی نجف اشرف، کربلای معلیٰ و مزارکاظمین صلوات اللہ علی مشرفیہا الاطہار سفرکنم ودرسال یکہزارو یکصد ونودوسہ ہجری عازم آن سفرخیراثر شدم۔پس چون بزیارت مشاہدمنورہ ایشان مشرف شدم وچشمہای خودرا بکحل خاک پاک روضہ مقدسہ شان منورکردم وبدستہای دعاو انگشتہای زیارات ذخیرہ دررمثوبات وجواہرفیوض وحسنات اندوختم۔ بخدمت علمای کرام کہ درآنجای اقدس مقیم بودند حاضر شدم و از انوار وجود ایشان روشنہای کہ قلوب اھل ایمان واسلام بان جلا یابد اقتباس نمودم واز سخنان ایشان گوہر ہای کلمات حقہ تحصیل نمودم و از مجالس ایشان درر حکمتہای ربانیہ برچیدم وقدری کتاب 'استبصار' تالیف شیخ

آپ نے اپنے کچھ حالات زندگی، ہندوستان کے فضلا سے علم حاصل کرنے کے بعد عتبات عالیات جانے کے واقعات، علما دینیہ کی خدمت میں مشرف ہونے اوران سے علم حاصل کرنے اور ہندوستان واپسی پر اقامت جمعہ و جماعت کے بارے میں اس اجازت نامے میں ذکر کیا ہے ،جوانھوں نے اپنے خلف اکبرکوعطافرمایا تھا۔اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جناب فرماتے ہیں۔رائج علوم عقلیہ ونقلیہ کوعلماء ہند سے حاصل کیا، جواکثر مخالف فرقہ امامیہ اورسنی حنفی تھے۔۔علم کے حصول کے بعد میں ان کے چھپے رموز کا بغور مطالعہ کیا۔میری نیک نیتی اور بلند ہمتی نے مجھے مجبور کیا کہ مشاہد مقدسہ عراق یعنی نجف اشرف، کربلائے معلیٰ ومزارکاظمین صلوات اللہ علیہم کی طرف سفرکروں۔

سن گیارہ سوترانوے ۱۱۹۳ھ ہجری کواس سفرخیر پر روانہ ہوا۔مشاہدمشرفہ کی زیارت سے مشرف ہوا اور اپنی آنکھوں کو ان کی تربت پاک کے سرمہ سے روشن ومنور کیا۔ہاتھوں کو دعا کے لئے اورانگلی کوزیارت کے لئے بلند کرکے، اپنے ثواب وحسنات میں اضافہ کیا۔اس کے بعدعلماء کرام کی خدمت میں جواس ارض اقدس پرمقیم تھے،حاضر ہوا۔ان کے نورانی وجود سے وہ روشنی حاصل کی جس سے اہل ایمان واسلام کے دل منورہوسکیں۔ان کے گفتار سے کلمات حق کے گوہر حاصل کئے۔ان کی بزم سے حکمت ربانیہ کے موتی چنے۔کتاب استبصار شیخ طوسیؒ نیز کتاب رسالہ فوائد

طوسی علیہ الرحمۃ ورسالہ 'فواید حائریہ' را بخدمت مصنف آن عالم علامہ فاضل فہامہ مولانا جناب آقا محمد باقر بھبھانی بن شیخ محمد اکمل علیہما الرحمۃ قرائت نمودم۔ و پارہ ای از 'شرح مختصر نافع' یعنی 'شرح کبیر' را در حضرت مصنف آن فقیہ عالم بقیۃ المجتہدین مولانا و مقتدانا جناب سید علی طباطبائی سماعت نمودم۔ و در آن زمان جناب مستطاب مولانا سید محمد مرتضی معروف بسید مہدی طباطبائی رفع اللہ درجتہ در حجاز تشریف داشت و ہنوز از سفر مکہ معظّمہ بسوی مسکن خود کہ در نجف اشرف بود مراجعت نفرمودہ بود۔ لکن من با وجودیکہ استفادہ علوم در خدمت علمای مجاورین کربلای معلیٰ مینمودم برای ملاقات آن سید قدسی صفات در غایت اشتیاق و فرط تمنا بودم زیرا کہ بزبانی ثقات بلکہ بتواتر اخبار حال فضایل و کمالات آنجناب شنیدہ بودم۔ پس چون آنجناب بسوی نجف اشرف مراجعت نمودہ بزیارت و مجاورت مزار فایض الانوار مرتضوی فایز شد من از کربلا بہ نجف رفتم و غایت تمنای استفادہ و استفاضہ از او داشتم چون حاضر خدمت آنجناب شدم اوصاف حمیدہ او را زیادہ تر از آنچہ شنیدہ بودم یافتم و پارہ ای از کتاب 'وافی' و 'معالم الاصول' را بخدمت او قرائت نمودم و اگر چہ مدت صحبت و استفادہ من بخدمت آنجناب زمان قلیلی بود لکن بحمد اللہ فیوض کثیرہ و فواید علوم وافرہ بیمن افادہ آنجناب بر من فایض شد۔ و دیگر از جملہ اساتذہ من کہ در کربلای معلیٰ بخدمت ایشان قرائت احادیث نمودم، جناب عالم فاضل کامل سید محمد مہدی ابن ابی القاسم شہرستانی اعلی اللہ درجتہ بود پس بعد حصول استفادہ از این علمای کرام و فقہای ذوی

حائریہ کے کچھ حصے اس کے مصنف عالم علامہ، فاضل فہامہ، مولانا جناب آقای محمد باقر بہبہانیؒ سے پڑھی۔ شرح مختصر نافع یعنی شرح کبیر، اس کے مصنف ،فقیہ ،عالم بقیۃ المجتہدین مولانا و مقتدانا جناب سید علی طباطبائی سے پڑھی۔

اس زمانہ میں جناب مستطاب ،سید محمد مرتضیٰ معروف بہ سید مہدی طباطبائی، حجاز میں تشریف فرما تھے اور ابھی سفر حجاز سے اپنے وطن نجف اشرف تشریف نہیں لائے تھے۔ میں اس سید قدسی صفات کے دیدار کے لیے بہت مشتاق اور آرزومند تھا، کیونکہ ثقہ حضرات کی زبان سے متواتر ان کے فضائل و کمالات کے بارے میں سنا تھا۔ جب وہ نجف اشرف واپس پلٹے اور مزار فایض الانوار مرتضوی کی مجاورت اختیار فرمائی تو میں کربلا سے نجف اشرف گیا اور مجھے بہت شوق تھا کہ ان سے کسب علم کروں۔ جناب کی خدمت میں حاضر ہوا، تو ان کے اوصاف حمیدہ کو جتنا سنا تھا، اس سے کہیں زیادہ پایا۔ کتاب 'وافی' اور 'معالم الاصول' کے کچھ حصے جناب سے پڑھے۔ اگر چہ میں بہت ہی مختصر مدت جناب کے ساتھ رہا، لیکن بحمد اللہ جناب کی فائدہ پہونچانے والی برکت سے، فیوض کثیرہ اور فوائد وافرہ مجھے حاصل ہوئے۔ میرے دیگر اساتذہ میں جناب عالم فاضل، کامل سید محمد مہدی ابن ابی القاسم شہرستانی اعلی اللہ درجتہ تھے۔

تھوڑے سے عرصہ میں ان علماء کرام و فقہائے ذوی الاحترام سے علم حاصل کرنے کے بعد، کچھ وجوہ کی بنا پر

الاحترام درعرصہ قلیل امری چند باعث مراجعت من از ان اماکن متبرکہ شد وعزم زیارت والدہ ام و ملاقات عیال و معاودت بسوی وطن کہ از صدہا سال مسکن ابای من بود بردلم قرار گرفت ۔پس وقتی کہ از کربلا و نجف مہاجرت نمودہ بسعادت زیارت حضرت کاظمین علیہما السلام فایز شدم واز حسن اتفاق آنکہ جناب سید مہدی طباطبائی سابق الذکر در آنجای اقدس وارد شدہ بود و عازم زیارت حضرت عسکریین علیہم السلام بود پس سعادت صحبت وہمراہی آنجناب بسوی سر من رای تا زمان مراجعت بسوی کاظمین علیہما السلام فیض یاب برکت خدمت آنجناب بودم ودررفوایدوغررفرایدازفیض صحبت یافتم واز ریاحین فیوض کثیرہ دامن حال خودراپرکردم و درتمام این مدت بسبب بعضی عواقب اتفاق نشد کہ درآن زمان از خدمت اساتذہ سابق الذکر طلب روایت نمایم ۔پس درحین مراجعت ازآنجابعد قطع منازل وتعب مراحل در سنہ یکہزار و یکصد نود و چہار ہجری بمشہد مقدس حضرت امام رضا علیہ السلام رسیدہ وبزیارت مزار فایض الانوار آنحضرت مشرف شدم و جناب علامہ، جامع معقول ومنقول، مجتہد بی نظیر مولانا سید مہدی بن ہدایت اللہ اصفہانی مشہدی در آنجای اقدس مقیم بود پس شرف ملاقات آنجناب یافتم و ذخیرہ کنوز فیوض از خدمتش اندوختم۔وآن ایام سرما بود کہ سفر درآن وقت ازآن بلاد متعذر راست ۔پس لابد فرصت قیام را درآنجا غنیمت دانستم و باین ذریعہ درآن بقعہ مقدسہ اقامت نمودہ وھر روز بعد از فایز شدن بزیارت مرقد حضرت امام ھمام علیہ السلام بخدمت آن عالم علام حاضر میشدم ۔ودرآن

مجھے ان اماکن متبرکہ سے واپس ہونا پڑا۔والدہ کا دیدار، کنبہ سے ملاقات اور اُس وطن کی واپسی کا ارادہ جو کہ صدیوں سے میرے آباواجداد کا مسکن تھا،میرے دل پر غالب ہوگیا۔پس جس وقت کربلا اور نجف سے ہجرت کر کے کاظمین علیہما السلام کی زیارت سے سرفراز ہوا۔حسن اتفاق سے سید مہدی طباطبائی اس جگہ پر آچکے تھے اور زیارت عسکریین علیہما السلام کو جانے والے تھے۔ کاظمین سے سامرا پھر وہاں سے کاظمین واپسی تک ان کی صحبت وہمراہی کی سعادت نصیب ہوئی۔دررفوائد اوغرر فرائد ان کی ہمراہی کی فیض سے حاصل کئے۔اوران کے فیوض کثیرہ سے اپنے دامن کو بھرلیا۔

اس تمام مدت میں کچھ وجوہ کی بنا پر یہ ممکن نہ ہوسکا کہ سابق الذکر اساتذہ سے اجازہ روایت طلب کرتا۔عتبات عالیات سے واپسی پر،منازل کو طے کرتے ہوئے اور سخت مرحلوں کو پیچھے چھوڑتے ہوئے ،سن گیارہ سو چورانوے ۱۱۹۴ھ ہجری میں مشہد مقدس امام رضا علیہ السلام پہونچا۔مزار فایض الانوار کی زیارت سے شرفیاب ہوا۔جناب علامہ ،جامع معقول ومنقول ،مجتہد بے نظیر ،مولانا سید مہدی بن ہدایت اللہ اصفہانی مشہدی اسی ارض مقدس پر مقیم تھے۔ان کی ملاقات کا شرف ملا اور خزانوں کے انبار ان کی خدمت سے حاصل کئے اور وہ ٹھنڈک کا موسم تھا جس میں سفر کرنا محال تھا۔میں نے اس فرصت قیام کو غنیمت جانا،اور اس بہانہ سے اس ارض اقدس پر اقامت کیا۔ہر روز مرقد ہمام سے مشرف ہونے کے بعد ،اس عالم علاّم کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔جب جناب اپنے شاگردوں کے لئے جو کہ خود صاحبان

وقتی کہ آن جناب درافادہ درس علوم بتلامذہ خود کہ صاحبان عقول کاملہ وارباب افہام بودند مشغول میشد شریک استفادہ میشدم۔ پس بسیاری از لآلی تحقیقات را از خدمتش بدست آوردم وبسیاری از ریاحین فواید از حدایق مجلس آنجناب برچیدم۔ بعد از آن وقتی کہ ایام سرما منقضی شدوہوا باعتدال آمد از خدمت آنجناب رخصت گرفتم۔ وآنجناب بر پشت کتابی اجازہ مختصرہ برای من نوشت باین عطیہ عظمی مرا سرفراز فرمود۔ پس از آنجا مہاجرت بسوی وطن نمودم وحال آنکہ بسبب مہاجرت از آن مشاہد مشرفہ ائمہ انام ومفارقت از خدمت آن اساتذہ کرام وعلمای فخام غریق بحر احزان وآلام بودہ ام۔ وچون بعد از طی منازل بوطن رسیدم وبعیال واقارب خود ملحق گردیدم بعضی امور باعث آن شد کہ دراین بلدہ یعنی لکھنو صانہا اللہ تعالیٰ، کہ مرجع خلایق است، مقیم شدم۔ بعض از آن گاہی بمطالعہ کتب دینیہ وگاہی بدرس دادن برادران مومنین کہ از طالبان علوم ومعارف یقینیہ بودند، اشتغال داشتم۔ ودر بعضی اوقات بتحریر بعض مطالب علمیہ اصولیہ یا فروعیہ ودیگر افادات مصروف می شدم۔ ودر ہمین حال بودم کہ ناگاہ روی دین مبین وپیشانی حق ویقین درخشان ومتلالی گردید وآفتاب ہدایت طالع شد۔ وسحاب ظلمت غوایت پارہ پارہ گشت، کہ حق تعالیٰ بعض رؤسای شہر از اہل دین را توفیق عطا فرمود ودل او را از برای رواج دادن بعضی آثار شرح متین منشرح گردانید وعزم خبری را در دلش انداخت کہ باعث نیک نامی او در دنیاو بلندی درجہ او در عقبی شود، وآن اینکہ بنای بر پانمودن نماز جمعہ وجماعات برطبق مذہب اہل بیت علیہم السلام در خاطرش قرار گرفت۔ پس تمشیت این مرام را از من خواست ودر تفویض این

عقول کاملہ اور ارباب افہام تھے، درس دیتے تو میں بھی شریک ہوتا۔

میں نے بہت سے جواہر تحقیقات ان کی خدمت سے حاصل کئے اور علم کے پھول ان کے درس کے باغیچہ سے چنے۔ جب ٹھنڈک کا موسم ختم ہوا، اور آب وہوا معتدل ہوئی، میں نے جناب سے اجازت طلب کی حالانکہ مشاہد مشرفہ سے دوری اور اساتذہ کرام کی مفارقت کی وجہ سے، غم واندوہ کے دریا میں ڈوبا ہوا تھا۔

منزلوں کو طے کرتے ہوئے، میں وطن پہونچا اور اپنے اہل وعیال اور رشتہ داروں سے ملاقات کی۔ کچھ امور کی وجہ سے، شہر لکھنو میں مقیم ہوا جو مرجع خلائق ہے۔ اس کے بعد کبھی کتب بینی اور کبھی طلاب کی تدریس میں مشغول ہوا۔ بعض اوقات اصولی یا فروعی علمی مسائل کی تحریر میں مصروف رہتا۔ اور اسی حالت میں تھا کہ دین کے چہرہ اور حق ویقین کی پیشانی پر چمک ظاہر ہوئی۔ آفتاب ہدایت طلوع ہوا۔ گمراہی کا بادل چھٹا۔ حق تعالیٰ نے شہر کے کچھ اہل دین نوابوں کو توفیق عطا کی۔ آثار شرع مبین کو پھیلانے کے لئے ان کے دل کو کشادہ کیا۔ اور ایسی بات ان کے ذہن میں ڈالی جو ان کی دنیوی نیک نامی اور آخرت کے بلند درجوں کا باعث ہوئی۔ اور وہ بات اہل بیت کے مطابق اقامہ جمعہ وجماعت تھی اور اس منصب کو میرے حوالہ کرنے اور میری طرف سے قبول کرنے کے لیے بہت اصرار کیا۔ حق نعمت کی وجہ سے انکار کی گنجائش نہیں تھی۔ لیکن میرا دل قبول کرنے سے انکار کررہا تھا اور میں یہ چاہتا تھا کہ مجھے معاف کریں۔ کیونکہ اولاً

منصب بمن ودر قبول کردن من آنرا اصرار بسیار فرمود۔ ہر چند کہ بسبب حق نعمت او گنجائش رد کردن سوالش نداشتم لیکن دلم از قبول آن استعذار مینمود۔ میخواستم کہ مرا از اجابت آن معاف دارد، زیرا کہ اولاً این منصب منصبی بزرگ وجلیل القدر بود ومرتبہ من از مراتب علماو کملای مذہب حقہ امامیہ قاصر وکمتر بودہ، وثانیاً چون بسبب تسلط اہل خلاف وشوکت اہل طغیان واعتساف در این بلاد، نماز جمعہ وجماعت در زمان گزشتہ بر این منوال منعقد نگردیدہ بود، لہذا در وقوع آن نوعی از استعجاب واستغراب مردم واحتمال خلل اندازی از جانب بعض مخالفین بد کردار بود۔ اما چون دانستم کہ آن رئیس در ترویج دین مبین نیت صادق دارد وہمت او بسوی اعلای مذہب ائمہ معصومین علیہم السلام مصروف است و با این ہمہ مشاہدہ کردم کہ تسلط مخالفین ضعیف گردیدہ، وارکان معاندین متزلزل شدہ است، ترسیدم کہ مبادا حق تعالی مرا در صورت معطل گزاشتن این خبر باوجود رفع علت واتمام حجت مورد مواخذہ وعقاب اخروی گرداند۔ پس بدست استعانت از درگاہ الٰہی دامن ہمت را فرا داشتیم وبمیل تمام بسوی قبول کردن سوال آن رئیس مایل شدم واعانت بحق تعالیٰ جستہ شروع باقامت جمعہ وجماعات نمودم۔ بعد از آنکہ مسئلہ جواز نماز جمعہ در این زمان را کہ زمان غیبت امام علیہ السلام است، در رسالہ علیحدہ از روی احادیث شریفہ وآیات کریمہ مندرج ساختہ ترجیح آنرا باثبات رسانیدہ بودم۔ پس در اظہار وترویج شعائر ایمان واسلام بذل جہد وکوشش نمودم ومردم را بسوی عقائد حقہ، پنہان وآشکارا دعوت نمودم۔ گاہی ایشانرا بحکمت ونصائح وموعظہ حسنہ برای پیروی پیغمبر خدا واہل بیت طاہرین آنحضرت بسوی راہ خدا دعوت کردم ومیکنم، وگاہی باخصوص برای اقتدای بائمہ ماضیین و

تو یہ ایک بہت بڑا منصب تھا، اور میرا مرتبہ تمام علماء وفضلای مذہب امامیہ میں کمتر تھا۔ اور دوسرے یہ کہ اہل باطل کے تسلط اور گمراہوں کی کثرت کی وجہ سے یہاں جمعہ و جماعت اس طریقہ سے پہلے کبھی منعقد نہیں ہوئی تھی۔ لھذا لوگوں کے لیے باعث حیرت بات تھی اور یہ شبہ بھی تھا کہ بعض شر پسند عناصر، اس میں رخنہ اندازی کریں گے۔ لیکن جب مجھے معلوم ہوا کہ دین مبین کی اشاعت کے لئے اس کی نیت صاف اور خالص ہے، اور وہ اپنی طاقت کو مذہب ائمہ معصومینؑ کی نشر و اشاعت میں صرف کرر ہے ہیں، اور ان سب کے علاوہ یہ بھی دیکھا کہ مخالفین کا تسلط کمزور اور دشمنوں کی جڑیں ہل گئی ہیں، تو خوف ہوا کہ مشکلات کے ختم ہونے اور اتمام حجت کے بعد بھی، اگر میں اس امر کو قبول نہیں کرتا ہوں، تو کہیں عذاب اخروی کا نشانہ نہ بنوں۔

لہذا اللہ سے استعانت کرتے ہوئے کمر ہمت باندھی اور پوری رغبت سے ان نواب کی خواہش کو قبول کرنے کی طرف مائل ہوا۔ خدا سے مدد مانگتے ہوئے نماز جمعہ و جماعت شروع کی۔ اس زمانہ میں جو زمانۂ غیبت امام علیہ السلام ہے، احادیث شریفہ اور آیات کریمہ کی روشنی میں نماز جمعہ کے جواز کو ایک علیحدہ رسالہ میں درج کرتے ہوئے، اس کی ترجیح کو ثابت کر چکا تھا۔ شعائر ایمان و اسلام کی ترویج کی کوشش کی اور عوام کو آشکار و پنہان صحیح عقیدہ کی دعوت دی۔ کبھی حکمت ونصائح اور مواعظ حسنہ سے لوگوں کو پیغمبر خدا اور اہل بیت طاہرین کی اطاعت کی دعوت دی۔ اور کبھی مخالفین کے ساتھ، ائمہ اطہار اور رب العالمین کی فرماں

فرمان برداری ربّ العالمین مجادلہ احسن نمودم و می نمایم والحمدللہ کہ او تعالیٰ بفضل خود این شجر مساعی را ثمرہ مراد بخشید وشاخسار و وجہ اسلام را شاداب وگلستان عقاید حقہ را تازہ وسیراب گردانید ومعالم دین مبین کہ مندرس شدہ بود وارکان احکام ائمہ معصومین کہ متزلزل و منہدم گردیدہ ہمہ از سرنو محکم و مستقیم گشت۔ بسیاری از اہل ایمان کہ جاہل بودند، ضروریات دین و مذہب را شناختند و مذاہب فاسدہ را کہ در اہل آن داخل بودند، ترک نمودند لیکن ہنوز اعوجاج و انحراف از راہ نیک در طبایع اکثر مردمان باقی است۔

برداری کے سلسلے میں بحث وجدل کئے۔ اور حمد اس اللہ کی جس نے محنتوں کے درخت کو بارور کیا اور اسلام کی شاخوں کو تر و تازہ اور عقائد حقہ کے گلستان کو سیراب کیا۔ دین مبین کے احکام جو مٹ چکے تھے، احکام ائمہ جو فراموش ہو چکے تھے، ان سب کو نئے طریقے سے استحکام بخشا۔ ناواقف اہل ایمان، مذہب کی ضروری باتوں سے آشنا ہوئے، اور غلط مذہب کو جس میں وہ داخل ہو چکے تھے، ترک کیا۔ لیکن ابھی بہت سے لوگ دین حق سے منحرف ہیں۔

(باقی آئندہ قسط میں)

التماس ترحیم

مومنین کرام سے گزارش ہے کہ ایک بار سورۂ حمد اور تین بار سورۂ توحید کی تلاوت فرما کر مومنین مرحومین خصوصاً مرزا محمد اکبر ابن مرزا محمد شفیع کی روح کو ایصال فرمائیں۔

محمد عالم

نکّر پرنٹنگ اینڈ بائنڈنگ سینٹر

حسین آباد، لکھنؤ

Mohd. Alim

Proprietor

Nukkar Printing & Binding Centre

26, Shareef Manzil, J. M. Road,

Husainabad, Lucknow-3

0522-2253371, 09935563371

e-mail: nukkar_printers@yahoo.com